To Manzoor Mazloom Kashmiri
15/5/88

شبِ اوّل (منظوم)

یعنی

پہلی رات

مُصنّفہ

شاعرِ سحر الکلام جناب بخشی رام لبھایا ساحر آزری
تلسی بھون۔ اسلام آباد۔ امرتسر

ناشر:- مینجر کہکشاں۔ امرتسر

اشاعتِ دوم ۲۰۰۰

شانتی برقی پریس ... میں ... عطاء اللہ پرنٹر چھپا۔ اور ماسٹر بخشی رام لبھایا۔ اسلام آباد

ملنے کا پتہ:- بخشی رحمت ... بازار ...

اظہارِ شکر!

مَیں نہایت ادب و احترام کے ساتھ عالی جناب ریاض قریشی صاحب (پی - سی - ایس) سٹی مجسٹریٹ امرتسر کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنے قیمتی اور سنہری وقت کا کچھ حصہ میرے لئے خاص طور پر وقف کر کے "شبِ اوّل" پر اپنے خیالات متعالیہ کا پُرزور الفاظ میں اظہار فرما کر بندہ کو شرمندۂ احسان فرمایا ہے*

مورخہ
۶ر جون سنہ ۱۹۴۳ء

شکرگذار
بخشی ساحرؔ امرتسری

تقریب

(از قلم مسٹر ریاض قریشی پی۔ سی۔ ایس ہیڈ مجسٹریٹ امرتسر)

امر شادی ہماری سوسائٹی کا جزو ہی اور قدرتی حصّہ ہے شادی کے بعد دُلہا اور دُلہن کی ملاقاتِ اوّل بھی اس وابستگی کا ضروری حِصّہ ہے۔ شبِ اوّل میں جو احساسات نوجوان اور صالح میاں بیوی کے دلوں میں ہوتے ہیں۔ وہ بھی اظہر من الشمس ہیں۔ جناب ساحرؔ امرت سری نے ان احساسات اور جذبات کی ایک دلکش تصویر ترنم ریز الفاظ میں کھینچی ہے۔ جو نقشہ باندھا ہے۔ وہ عین تقاضائے قدرت کے مطابق ہے۔

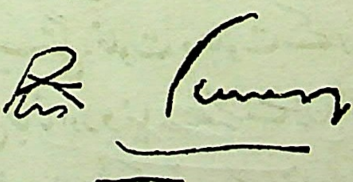
قدرتی حجاب۔ جذبات کی کشمکش وغیرہ دونوں کی بتدریج وابستگی۔ خلوت و جلوت کے راز اور آخر میں دو دلوں کا مِل جانا اور دنیائے محبّت میں گم ہونا۔ ان سب امور کا ایک دلکش منظر پیش کیا گیا ہے۔ جناب ساحرؔ اپنی خداداد ذہانت

اور زورِ طبیعت سے جوانی کو مست اور دیوانی دکھلانے میں
نہائت کامیاب معلوم ہوتے ہیں۔ نظم کے عنوان سے بادی النظر
میں خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ شائد خیالات عریاں ہوں گے۔
مگر یہ بات نہیں ہے۔ کوئی سوقیانہ پیرایہ اختیار نہیں کیا گیا۔
اصل حالات کو خوب نبھایا ہے۔ الفاظ کے دلکش پیرہن نے خوب
جامہ پوشی کی ہے۔ ملاحظہ ہو کیسے قدرتی پیرایہ
میں کہا ہے :۔

"خاوند کے گلے میں باندازِ دلنشیں
پتلی سی مرمریں سی وہ بانہیں ڈالدیں"

تاریخ ۳ جون ۱۹۴۳ء

دستخط بحروف انگریزی



شبِ اوّل کی

موضوعِ شبِ اوّل ہے حسرت سے عیانہ
پُر عشق کا قصہ ہے پُر حسن کا افسانہ

اندازِ بیاں اس کا تشریح سے بیگانہ
خود قصہ بہ قصہ ہے افسانہ در افسانہ

جھلکا ہے کئی شبِ اوّل کچھ حسنِ نہانی ہے
تنہائی کا مضموں ہے خلوت کی کہانی ہے

اقرارِ وفا دل سے۔ انکار زبانی ہے
تسکینِ تعشق کی اک رسم نہانی ہے

ساحرؔ امرت سری

یہ حسن و تعشق کی ہے رات پہلی
سپردِ قلم ہے ملاقات پہلی

ساحر امرت سری

شبِ اوّل! (منظوم)

بھڑکیلے۔ تیز۔ عشق کے جذبات کو کہوں

دلکش حسین۔ پہلی ملاقات کو کہوں

دُلہا۔ دُلہن کے حسنِ خیالات کو کہوں

احباب کے تقاضے ہیں ہر بات کو کہوں

اصرارِ دوستاں پہ کہوں میں سہاگ رات

شکرِ خدا زباں پہ۔ کہوں میں سہاگ رات

قِصّہ سہاگ رات کا احباب و ہم نشیں

لو! کان کھول کر سُنو معمولی سا نہیں

دلکش یہ داستاں ہے حکایت یہ ہے حسیں

ہر حرف اس کا پر مزہ۔ ترکیب دلنشیں

مستی بھری کہانی ہے۔ رنگین واقعہ

شعر و شباب۔ حُسن و جوانی کے عہد کا

منظر جو ہم نشیں! تھا ہویدا سہاگ رات

باغِ بہشت سے بھی سوا تھا سہاگ رات

پُرلطف و پُرمزا تھا وہ نقشا سہاگ رات

دیکھا نہ پھر کبھی وہ جو دیکھا سہاگ رات

ایام نوجوانی کے اس پر سہاگ رات

عشرت میں سب شبوں سے ہی بڑھکر سہاگ رات

دُلہا میاں نصیب سے لایا جو اہلیہ
خوش بخت۔ خوش جمال۔ خوش انداز۔ خوش ادا
شیریں تھی مثلِ قند۔ حلاوت میں پر مزا
تصویرِ حسن۔ پیکرِ صد مہر و صد وفا
کچھ ساتھ تھیں سہیلیاں ہم شکل و ہم لقا
وُہ شوخ و شنگ۔ نازک و خوش رنگ۔ دِلرُبا

گذری جو پہلے پہل تمہیں وہ بھی دوں بتا

آتے ہی اہلیہ نے جو پردا رکھا روا

اک ایک - ایک ایک سے گویا کہ دور تھا

اس رنجِ بے لبسی نے پریشان کر دیا

کھلتی نہیں زباں کہ سناؤں یہ داستاں

کیسے کہوں کہ سلب ہے سب طاقتِ بیاں

ڈر سے سہیلیوں کے ملاقات تک نہ تھی
دُلہا۔ دُلھن میں حیف! کوئی بات تک نہ تھی
شادی تھی عیش کی مگر اک رات تک نہ تھی
یہ خامشی یہ چپ کسی اک ذات تک نہ تھی
کچھ کہہ سکا میاں نہ تھی بیوی ہی لب کُشا
اس جوڑا اس ملاپ نے حیران کر دیا

سہمی ہوئی تھی۔ سمٹی ہوئی تھی وہ سوگوار
چہرے سے اس کے شرم و حیا بھی تھی آشکار
گیسوئے پیچدار تھے۔ رخسار تابدار
سرمایۂ حیات تھی وہ جانِ صد بہار
منموہنی تھی شکل بھی صورت بھی دلنشیں
ایسی حسیں کہ دیکھی نہ آنکھوں نے ہو کہیں

شرم و حیا سے خوب جھجکتی تھی بار بار

دبتا تھا چھاتیوں کا دبائے سے کب اُبھار

حسرت میں دیکھنے کی جو ہوتی وہ بیقرار

آنکھیں بچا کے دیکھتی ۔ رُکتی نہ زینہار

جب یہ پتہ چلا کہ کسی نے ہے پا لیا

کچھ جھینپ سی گئی ۔ جو میاں مسکرا دیا

دُلہا بھی فرطِ شوق سے دیوانہ وار تھا
دل کو نہ چین تھا۔ نہ جگر کو قرار تھا
صد گونہ انتشار تھا اور بار بار تھا
ہر وقت اس کے دیکھنے کا انتظار تھا
تھی آرزو کہ سینے سے اسکو لگا سکے
ہردم مئے وصال کی لذّت اُٹھا سکے

ایمائے چشمِ عشق سے شرما گیا تھا حُسن

اُلفت کی چھیڑ چھاڑ سے گھبرا گیا تھا حُسن

اس وقت پیچ و تاب میں کچھ آ گیا تھا حُسن

شرم و حیا سے خود کو چھپاتا گیا تھا حُسن

اِک حالِ بے بسی میں پریشان و خستہ حال

بیچارہ عشق اور ہجومِ غم و ملال

جاناں کی دِید کیلئے آنکھیں تھیں بیقرار

حسرت تڑپ رہی تھی تمنّا تھی زار زار

بیچارگیٔ دِل پہ نہ اُس کا تھا اختیار

قلبِ حزیں تھا صدمۂ دُوری سے داغدار

وارفتگیِ شوق کو صاحب! نہ پُوچھیے

اس بے بسیِ ذوق کو صاحب! نہ پُوچھیے

احباب۔ دوست۔ مرد وزن وطفل ونوجواں

دور و قریب سبھی آئے تھے اس کے ہاں

مسرور و شادماں تھے وہ خوش خوش تھے بیگماں

اترائے پھر رہے تھے خوشی میں یہاں وہاں

تھا خوب بزمِ عیش کا نقشہ جما ہوا

مینا پہ کوئی ۔ جام پہ کوئی فدا ہوا

پاسِ ادب بڑوں کا عزیزوں سے شرم تھی

ہنگامۂ نشاط میں دُلھا کی بے بسی

ہر اک طرف سے اُس کو نظر آئی یاس ہی

اظہارِ مدّعا کو نہ اسکی زباں کھلی

جو دل کی بات تھی وہ چھپانی پڑی اُسے

دُوری کی چوٹ اور بھی کھانی پڑی اُسے

رخصت چمن سے دورِ خزاں ناگہاں ہُوا

چشم زدن میں اور ہی رنگِ جہاں ہُوا

جوشِ بہار۔ لالہ و گل میں عیاں ہُوا

ہر غنچہ مُسکرا دیا۔ دل شادماں ہُوا

گلشن میں چاک چاک کلی کی قبا ہُوئی

اور عطر بیز صحنِ چمن کی فضا ہُوئی

یعنی دعائے قلبِ حزیں۔ با اثر ہوئی

یعنی خموشیِ لبِ غم۔ کارگر ہوئی

یعنی حیاتِ رنج و الم۔ مختصر ہوئی

یعنی جو کائنات تھی زیر و زبر ہوئی

یکبارگی بدل گیا وہ بختِ واژگوں

دلھا میاں کی خوبیِ قسمت کو کیا کہوں

جس رات کی اُمید تھی وہ رات آگئی

ہاں ہاں! وہی قریب ملاقات آگئی

شانِ خدا کہ تابِ مقالات آگئی

نوکِ زباں پہ دل کی ہر اک بات آگئی

خوش خوش تھا۔ شاد شاد تھا ہسرو بیگمیاں

عالم مسرّتوں کا تھا۔ خوشیوں کا تھا سماں

قسمت سے حُسن کی ہوئی جب دُور برہمی
رنج والم میں عشق کے ہوتی گئی کمی
بیگانگیِ دل پہ چڑھا رنگِ محرمی
شکرِ خدا کہ بزمِ طرب خوب تر جمی
ہاں ہاں ابھی جو زیرِ فلک تنگدست تھا
وہ عشق پھر نصیب سے عشرت پرست تھا

درد و غم و الم کی مٹیں دل سے بستیاں

اُس رات دُور ہو گئیں سب تنگ دستیاں

بزمِ طرب تھی اور تھیں عشرت پرستیاں

چاروں طرف زمانے میں چھائی تھیں مستیاں

عالم پہ اک سرور تھا۔ خاموش تھا جہاں

کیفِ شرابِ حسن سے مدہوش تھا جہاں

مسرور و شادماں تھے وہ کیا کیا شبِ وصال

اک دوسرے پہ ہو گئے شیدا شبِ وصال

منظر وہ دلکشا تھا۔ طرب زا شبِ وصال

پُر لطف و پُر مزا تھا تماشا شبِ وصال

دُلہا دُلھن میں عشق و محبّت کی بات تھی

مابینِ عشق و حُسن وہ اک پہلی رات تھی

سچ مچ اُسی کا نورِ مجسّم تھا ہر کہیں

تاروں میں ضو اُسی سے منوّر مہِ مبیں

جو شے تھی فیضِ جلوۂ رخ سے حسیں تریں

روشن جمالِ حسن سے تھی عشق کی جبیں

خلوت گہِ جہاں میں کوئی نور نور تھا

ہر ذرّہ جس کے فیض سے صد رشکِ طور تھا

تاروں بھری وہ رات تھی چھٹکی تھی چاندنی
ہر چیز سے زمانے کی پیدا تھی دلکشی
جو شے تھی کائنات کی وہ کیف ریز تھی
چاروں طرف سکوت تھا۔ ہر سمت خامشی
اک وہ تھا اور وہ تھی کوئی دوسرا نہ تھا
ہمراز و ہمخیال۔ ہم آہنگ و ہم نوا

ہو کر قریبِ عشق۔ ہوا حُسن بے نقاب
یکبارگی ہر ایک طرف سے اُٹھے حجاب
جلوہ فگن ہُوا وہیں وُہ رشکِ ماہتاب
ضو ریزیوں کا جس کی جہاں میں نہ تھا جواب
اک نُورِ بے پناہ تھا اُس شب برس رہا
ہر ذرّہ خاکدانِ جہاں کا تھا ہنس رہا

جلوے خود آپ ہو گئے دُنیا پر آشکار

کیفیّتیں سوا ہوئیں۔ عالم تھا پُربہار

ہر چیز میں کشش تھی۔ ہر اک شئے تھی آبدار

تھا جس کے دیکھنے پہ فدا دل، جگر نثار

اک شان دلربائی کی تھی کائنات میں

تھا لطف زندگی کا اُسی ایک رات میں

ہو کس طرح بیاں کہ وہ کتنی تھی خوبرو
اُس کی نہیں مثال. نہ تشبیہ ہُو بہُو

پھُولوں میں رنگ اُس سے. گُلوں میں اُسی سے بُو
کیا تھی بہارِ باغِ ارم اُس کے رُوبرو

بیوی کے دم قدم سے جہاں لالہ زار تھا
شوہر کے رُخ پہ اُس کا ہی رنگِ بہار تھا

دلکش تھے خد و خال تو چہرہ بھی تابدار

تھا ماہتاب عارضِ رنگیں کا جلوہ دار

ہر شئے میں تازگی تھی ہر اک چیز پہ نکھار

صد رشکِ باغِ خلد ہوئے دشت و خارزار

فردوس سے بھی بڑھکے چمن تھا جہان کا

یہ فیض یہ کرم تھا اُسی مہمان کا

اُس شب بہارِ رُخ سے فضائیں تھیں خوشگوار

گیسوئے مشکبو سے ہوائیں تھیں عطر بار

تھے چشمِ مست میں کئی میخانۂ بہار

تھا دورِ مستیوں کا مسرّت تھی بے شمار

پیہم لنڈھا رہی تھیں نگاہیں وہ کیف بار

بے کھٹکے پی رہا تھا بلا نوش بادہ خوار

وہ شکلِ دلپذیر وہ نازک لقا صنم
جانِ وفا وہ حسنِ صفا خوش ادا صنم
وہ سحر ساز و فتنہ گر و دل رُبا صنم
وہ پیکِ حسن ہاں وہ سراپا وفا صنم
صورت وہ تھی کہ آنکھوں سے دل میں اتر گئی
دیکھا اُسی کا نُور جہاں تک نظر گئی

وہ سیمِ تن وہ رشکِ چمن۔ ناز آفریں

دُور اسقدر کھنچی۔ وُہ ہوا جسقدر قریں

اِصرار پر کہا "جی نہیں۔ اُنہہ نہیں نہیں"

پھر خود ہی کی قبول ملاقاتِ اوّلیں

خاوند کے گلے میں باندازِ دلنشیں

پتلی سی مرمریں سی۔ وہیں باہیں ڈالدیں

خلوت وہ جس کا کوئی نہ کچھ کر سکے گماں

خلوت وہ جس میں سینکڑوں جلوے نہاں نہاں

خلوت وہ ایسی جس پہ تصدق تھے دو جہاں

وہ اُسکی رازدار تھی۔ وہ اُس کا رازداں

ہم بوس و ہمکنار تھے اک دوسرے سے وہ

تھے جان و روح عشق میں اک دوسرے کے وہ

وُہ موج۔ آبِ کوثر و تسنیم میں کہاں

وُہ پھُول جس پہ رشک کرے گلشنِ جناں

ہاں! دُور تر بہشت بریں سے بھی بے گماں

وہم و گماں سے بھی پرے۔ بے ارض و آسماں

ہاں ہاں! اُسی جہان میں اُن کا قیام تھا

جس جا طرب سے واسطہ دل کو مدام تھا

ہر لمحہ اُن کو عشق و محبّت سے کام تھا

ہر لمحہ لب پہ عشق و محبّت کا نام تھا

ہر لمحہ ہمکنار تھے۔ وصلِ مدام تھا

ہر لمحہ اُن کو حاصلِ لطفِ دوام تھا

مستی سے سیلِ عشق میں بہتے تھے ہر گھڑی

دنیائے کیف و حال میں رہتے تھے ہر گھڑی

وہ شب وہ وقت۔ جب ہوئے مستی میں چُور چُور
عقبےٰ کا خوف بھاگ اُٹھا دل سے دور دور
حُسنِ خیال سے ہُوا ہر ذرّہ رشکِ طور
چھنتا تھا مستیوں میں جب آنکھوں سے کیف و نُور

رندانہ۔ عاشقانہ۔ جب ان کا کلام تھا
اک دوسرے کو عیش کا گویا پیام تھا

ہنگامۂ نشاط تھا ہستی کا جوش تھا

دُنیائے عشق و حسن میں جوش و خروش تھا

ہر یک بقدرِ جراَتِ دل عیش کوش تھا

اور لذّتِ وصال میں اپنا نہ ہوش تھا

لپٹے پڑے تھے بے خبر آغوشِ عشق میں

ساحرؔ اوہ محو و مست ہوئے جوشِ عشق میں

ختم شد